سیرت محمدی ﷺ کا پیغام
موجودہ دور کے مسلمانوں کے نام

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

نام کتاب	سیرت محمدی ﷺ کا پیغام موجودہ دور کے مسلمانوں کے نام
مؤلف	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	۸
تعداد	دس ہزار
سن اشاعت	محرم الحرام ۱۴۲۸ھ/ جنوری ۲۰۰۷ء

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، پوسٹ بکس/۹۳ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت محمدی ﷺ کا پیغام
موجودہ دور کے مسلمانوں کے نام

سب جانتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، دنیا کچھ ویران اور کوئی قبرستان نہ تھی، زندگی کا چکر جس طرح اس وقت چل رہا ہے، بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس وقت بھی چل رہا تھا، سارے کاروبار آج کی طرح ہو رہے تھے، تجارت بھی تھی، زراعت بھی تھی، اور حکومتوں کا نظام چلانے والے اور ان کی مشنری میں فٹ ہونے والے بھی موجود تھے، اس وقت کی دنیا کے لوگ اس زندگی پر بالکل قانع اور مطمئن تھے، اور ان کو اس میں کسی ترمیم یا اصلاح یا تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی زمین کا نقشہ اور دنیا کی یہ حالت بالکل پسند نہ تھی، حدیث میں اس زمانہ کے متعلق ہے: "اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی أَھْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَھُمْ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ اِلَّا بَقَایَا مِنْ أَھْلِ الْکِتَابِ." (اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی، اس نے روئے زمین کے تمام باشندوں، کیا عرب، کیا عجم سب کو بے حد ناپسند فرمایا اور وہ ان سے بے زار ہوا، سوائے اہل کتاب کے چند افراد کے) ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک پوری قوم کے ظہور کا سامان کیا، ظاہر ہے کہ ان کو کسی ایسے مقصد کے لیے پیدا کیا تھا جو دوسری قوموں سے پورا نہیں ہو رہا تھا، جو کام وہ سب پورے انہماک اور

www.abulhasanalinadwi.org

شوق کے ساتھ انجام دے رہے تھے، اس کے لیے ظاہر ہے کہ کسی نئی امت کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور انسانی زندگی کے اس پرسکون سمندر میں اس نئے تلاطم کی حاجت نہ تھی، جو مسلمانوں کے وجود سے ظہور میں آیا اور جس نے زمین میں ایک زلزلہ ڈال دیا، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ تسبیح وتقدیس کے لیے ہم نیازمند بہت کافی ہیں، اس کے لیے اس خاکی پتلہ کو پیدا کرنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ گویا اشارہ فرمایا (اور آگے چل کر واضح کر دیا) کہ آدم علیہ السلام صرف اسی کام کے لیے پیدا نہیں ہوئے جو ملائکہ انجام دے رہے ہیں، ان سے خدا کو کچھ اور کام لینا ہے۔

اگر مسلمان صرف تجارت کے لیے پیدا کیے جا رہے تھے تو مکہ کے ان تاجروں کو جو شام ویمن کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور مدینہ کے ان بڑے بڑے یہودی سوداگروں کو جن کے بڑے بڑے گڑھ بنے ہوئے تھے، یہ پوچھنے کا حق تھا کہ اس خدمت کے لیے ہم گنہگار کیا کم ہیں کہ اس کے لیے ایک نئی امت پیدا کی جا رہی ہے، اگر زراعت مقصود تھی تو مدینہ اور خیبر کے، طائف اور نجد کے، شام اور یمن اور عراق کے کاشتکاروں اور زراعت پیشہ آبادی کو یہ پوچھنے کا حق تھا کہ کاشتکاری اور زراعت میں ہم محنت وکوشش کا کونسا دقیقہ اٹھا رکھتے ہیں کہ جس کے لیے ایک نئی امت کی بعثت ہو رہی ہے، اگر دنیا کی چلتی ہوئی مشنری میں صرف فٹ ہونا تھا اور حکومتوں کے نظم و نسق اور دفتری کاروبار کو معاوضہ لے کر چلانا تھا تو روم وایران کے کارپردازان سلطنت کو یہ کہنے کا حق تھا کہ اس فرض کی انجام دہی کے لیے ہم

www.abulhasanalinadwi.org

بہت ہیں اور ہمارے بہت سے بھائی بے روزگار ہیں، اس کے لیے نئے امیدواروں کی کیا ضرورت ہے؟

لیکن درحقیقت مسلمان بالکل ہی ایک نئے اور ایسے کام کے لیے پیدا کیے جارہے تھے جو دنیا میں کوئی نہ انجام دے رہا تھا اور نہ انجام دے سکتا تھا، اس کے لیے ایک نئی امت ہی کی بعثت کی ضرورت تھی، چنانچہ فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران/۱۱۰) (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔)

اسی مقصد کی خاطر لوگ وطن سے بے وطن ہوئے، اپنے کاروبار کو نقصان پہنچایا، اپنا عمر بھر کا اندوختہ لٹایا، اپنی جمی جمائی تجارتوں پر پانی پھیرا، اپنی کھیتی باڑی اور باغات کو ویران کیا، اپنے عیش وتنعم کو خیرباد کہا، دنیا کی تمام کامیابیوں اور خوشحالیوں سے آنکھیں بند کرلیں، اور زریں موقعے کھو دیئے، پانی کی طرح اپنا خون بہایا، اور اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی عورتوں کو بیوہ کیا، ان مقاصد ومشاغل کے لیے جن پر آج مسلمان قانع نظر آتے ہیں، اس ہنگامہ آرائی اور اس محشر خیزی کی ضرورت نہ تھی، اس کے حصول کا راستہ تو بالکل بے خطر اور ہموار تھا اور اس راستہ پر معاصر دنیا سے کوئی بڑی کشمکش اور تصادم نہیں تھا، اور نہ یہ اہل عرب اور دنیا کی دوسری قوموں کے لیے وجہ شکایت تھی، انھوں نے تو بار بار انھیں چیزوں کی پیشکش کی (جو آج عام مسلمانوں کا منتہا ہے) اور ہر بار اسلام کے داعی نے ان کو ٹھکرایا، دولت و

www.abulhasanalinadwi.org

سرداری، عیش وعشرت اور راحت وتن آسانی کی بڑی پیشکش کو نامنظور کیا، پھر اگر مسلمان کو اسی سطح پر آجانا تھا جس پر زمانۂ بعثت کی تمام کافر قومیں تھیں، اور اس وقت بھی دنیا کی تمام غیر مسلم آبادی ہے، اور زندگی کے انھیں مشاغل میں منہمک اور سرتاپا غرق ہوجانا تھا، جن میں اہل عرب اور رومی وایرانی ڈوبے ہوئے تھے، اور انھیں کامیابیوں کو اپنا منتہائے زندگی بنالینا تھا جن کو ان کے پیغمبر (ﷺ) ان کے بہترین موقع پر رد کرچکے تھے، تو یہ اسلام کی ابتدائی تاریخ پر پانی پھیر دینے کے مرادف ہے، اور اس بات کا اعلان ہے کہ انسانوں کا وہ بیش قیمت خون جو بدر وحنین واحزاب اور قادسیہ ویرموک میں بہایا گیا، بے ضرورت بہایا گیا۔

آج اگر سرداران قریش کو کچھ بولنے کی طاقت ہو تو مسلمانوں کو خطاب کرکے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم جن چیزوں کے پیچھے سرگرداں ہو اور جن چیزوں کو تم نے اپنا حاصل زندگی سمجھ رکھا ہے انھیں چیزوں کو ہم گنہگاروں نے تمہارے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سامنے پیش کیا تھا، وہ تمام چیزیں اس وقت خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر حاصل ہوسکتی تھیں، تو کیا ساری جدوجہد کا حاصل اور ان تمام قربانیوں کی قیمت وہ طرز زندگی ہے، جس کو تم نے اختیار کیا ہے، اور زندگی واخلاق کی وہی سطح ہے جس پر تم نے قناعت کرلی ہے، اگر ان سرداران قریش میں سے جو اسلام کے حریف تھے، کسی کو جرح کرنے کا موقع ملے تو آج ہمارا کوئی بڑے سے بڑا لائق وکیل بھی اس کا تشفی بخش اور مسکت جواب نہیں دے سکتا اور امت کے لیے اس پر شرمندہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں، رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

متعلق یہی خطرہ تھا کہ وہ دنیا میں پڑ کر اپنا مقصد نہ بھول جائیں، اور دنیا کی عام سطح پر نہ آجائیں، آپ ﷺ نے وفات کے قریب جو تقریر فرمائی اس میں مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

"مَا الْفَقْرَ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشَىٰ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ." (بخاری و مسلم)

(مجھے تمہارے بارے میں کچھ فقر و افلاس کا خطرہ نہیں ہے، مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں تم کو بھی وہی کشائش نہ حاصل ہو جائے جیسی تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئی، تو تم بھی اسی طرح اس میں حرص و مقابلہ کرو جیسے انھوں نے کیا تو تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسے ان کو ہلاک کیا)

مدینہ کے انصاریوں نے جب اس بات کا ارادہ کیا کہ جہاد کی مشغولیت اور اسلام کی جد و جہد سے کچھ دنوں کی فرصت حاصل کر کے اپنے باغوں، کھیتوں اور کاروبار کو درست کر لیں اور کچھ مدت کے لیے صرف اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی اجازت حاصل کر لیں، یہ خطرہ بھی ان کے دل میں نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ ارکان دین (نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ) سے بھی کچھ دنوں کے لیے اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرالیں، لیکن اسلام کی عملی جد و جہد اور دین کے فروغ اور اس کے غلبہ کی کوشش سے ان کی اس عارضی یکسوئی کو بھی خود کشی کا مرادف قرار دیا گیا اور سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ.﴾ (سورۂ بقرہ/۱۹۵)

(اللہ کے راستہ پر خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور اچھی طرح کام کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)

مسلمان کی زندگی کی اصلی ساخت یہی ہے کہ یا تو اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہو یا اس دعوت و عملی جدوجہد میں مشغول ہونے والوں کے لیے پشت پناہ و مددگار ہو، اس کے ساتھ بھی عملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم اور شوق رکھتا ہو، مطمئن شہری اور محض کاروباری زندگی اسلامی زندگی نہیں ہے، اور کسی طرح بھی یہ ایک مسلمان کا مقصود حیات نہیں ہوسکتا، جائز مشاغل زندگی، جائز وسائل معیشت ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ نیت اور اجر طلبی کے ساتھ عبادت و قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، مگر اس وقت جب یہ سب دین کے سایہ میں ہوں اور صحیح مقاصد کا وسیلہ ہوں نہ کہ خود مقصود بالذات ہوں۔

سیرت محمدی ﷺ کا یہ سب سے بڑا پیغام ہے، جو خاص و عام مسلمانوں کے نام ہے، اس کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے مقصد کو ضائع کرنا، اور سب سے بڑی حقیقت کی طرف سے چشم پوشی ہے، جو سیرت محمدی ﷺ مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org